رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

THE ALHAKAM QADIAN

الحکم

دور جدید

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

مدیر اعلیٰ:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسئول:- شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ
حکومت اور والیان ریاست سے ۱۰۰ ؍
امراء و روساء سے ۵۰ ؍
معاونین سے ۲۰ ؍
عوام سے ۶ ؍
ممالک غیر سے ۱۲ ؍

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے
قیمت فی پرچہ ۲ ؍

جلد ۳۸ | ۷ جمادی الآخر ۱۳۵۴ھ مطابق ۷ ستمبر ۱۹۳۵ء یوم شنبہ | نمبر ۳۱ و ۳۲

۱۷۵

مکتوبات احمدیہ

خان صاحب عبد المجید خان صاحب نے بہت سے قیمتی مکتوبات کا ذخیرہ مجھے مرحمت فرمایا ہے۔ جسے میں اپنی علالت طبع کے باعث ترتیب نہ دے سکا اگلے ہفتہ انشاء اللہ ان کو ترتیب دیکر شائع کروں گا

آج ایک اور قیمتی مکتوب جو عزیز مکرم مولوی عبد المالک خان صاحب نے مجھے دیا ہے۔ شائع کر رہا ہوں۔ یہ خط حضور نے خانصاحب ذوالفقار علی خان صاحب کو ۱۹۰۶ء میں لکھا یہ خط بہت سے تاریخی واقعات پر روشنی ڈال رہا ہے۔ جن کی تشریح پھر کسی وقت کی جائیگی۔ سردست میں اس قدر غنیمت خیال کرتا ہوں کہ حضور کا مکتوب گرامی عکسی صورت میں شائع کروں۔ (ایڈیٹر)

(رجسٹرڈ)

بمقام رام پور دار الریاست

بمطالعہ محبی عزیزی خویم محمد ذوالفقار علی خان صاحب

سپرنٹنڈنٹ محکمہ ابکاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم — از لاہور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط مجھکو لاہور میں ملا میری طبیعت علیل

تھی اور میری گھر کی لوگوں کی طبیعت بھی بہت

زیادہ علیل ہوگئی تھی اسلئے بغرض تبدیل آب و ہوا کی لئے

ہم لاہور میں آگئے صاحبزادہ افتخار احمد کو میں نے تاکید

کردی تھی کہ وہ نواب صاحب اور آپ کی خدا کی

رسید بھیجی یعنی آپ نے خط کی جواب میں خواجہ کمال الدین صاحب
کو کہا تھا کہ تار بھیدیں مگر اب میں مناسب سمجھا کہ خود
آپ کو اس بات سے اطلاع دوں کہ اب تو میں بیمار ہوں
اور اگر میں بیمار بھی نہ ہوتا تب بھی اس بات کو
پسند نہ کرتا کہ دہلی جیسے شہر میں جس کا میں پہلے تجربہ
کر چکا ہوں جاؤں اور اُس جگہ نواب صاحب کی ملاقات کو
شاید آپ کو معلوم نہیں ہوگا کہ ایک دفعہ میری جانے پر عوام
کی شور برپا کیا تھا اور ہزارہا خلوق کا اسقدر ہجوم تھا
کہ قریب تھا کہ کسی کو قتل کر دیتی سو اگرچہ میں اُنکی
پرواہ نہیں کرتا مگر ایسی شور انگیز جگہ ہر بس مناسب
نہیں دیکھتا کہ نواب صاحب کی ملاقات ہو بلکہ میری
دل میں ایک خیال آیا رہی اور میں جانتا ہوں کہ
یہ خدا کی طرف سے ہے اور وہ یہ کہ جب تک خود تعالیٰ
نواب صاحب کی نسبت اور انکی بہبودی دین و دنیا کی
متعلق وہ ضروری فائدہ کوئی میری دعا قبول نہ کرے اور اُس سے
مجھکو اطلاع نہ کرے تب تک نہ ملاقات ضروری ہے اور
نہ باہم خط و کتابت کی کچھ حاجت ہے اور اگر جناب الٰہی میں
میری کچھ عزت ہے تو میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میری دعا
قبول کرکے کوئی ایسا امر ظاہر کریگا جو بطور نشان کے
ہوگا اور انسان میں سچا اتحاد وہی سچا تعلق بھی ہوا

ہو سکتا ہے کہ جب وہ خدا کی طرف سے کچھ دیکھیں گے
ورنہ محض حسن ظن کسی کام کا نہیں اسکو معدوم کرنے والی تھوڑی سی ابتلا ہوجاتی ہے

ع
الحمید کچھ شک نہیں کہ جیسا کہ آپ بار بار لکھتے ہیں نواب صاحب
شریف اور سعید اور نیک فطرت انسان ہیں مگر پھر بھی
دنیا عالم الغیب نہیں انسان کثرت ہموم سے متاثر ہیں
ہو سکتا ہے اسکی یہی ہے قرار دیا ہے اور اپنی ذمہ عہد کر لیا ہے
کہ موسم گرما کے گذرنے کے بعد جس میں اکثر میری طبیعت خراب رہتی
ہے نواب صاحب کی بہبودی دین و دنیا کے لئے ایک خاص توجہ کروں گا
اور بعد میں توجہ کے جیسا مناسب دیکھا ہوں جیسی ہدایت کریگی ضرور ہے
کہ اسوقت تک کہ میں توجہ کروں اور اس سے اطلاع بھی دیا
جاوے یہ سلسلہ خط و کتابت باہمی کا قطعاً بند رہے اور
نہ ملاقات کا کوئی ارادہ ہو اور نہ نواب صاحب کی طرف سے
میرا کچھ ذکر ہو بلکہ مجھکو قطعاً فراموش کر دیں اور اگر انکی
نسبت دشنام یا استہزا سنیں تو اُسکی جبر نہیں پہنچا ہے

[illegible]

میری بیماری اور الحکم کی اشاعت میں تاخیر

جب سے حضرت والد صاحب قبلہ بمبئی تشریف لے گئے۔ الحکم کی ترتیب و تدوین کا تمام کام مجھے ہی کرنا پڑا ہے جن نے ان مشکلات سے گذرتے ہوئے۔ الحکم کی اشاعت کا اہتمام رکھا۔ مگر گذشتہ ہفتہ سے میری صحت ایسی خراب ہوئی کہ قلم پکڑنے کے قابل نہ رہا۔ اسوقت تک حالت ایسی ہے۔ مگر مجبوراً آج کچھ کرنا پڑا ہے۔ ۲۸ اگست کا پرچہ شائع نہیں ہوسکا اب یہ پرچہ جو ۱۴ ستمبر کا ہے ۲ نمبروں کا مجموعہ قرار دے رہا ہوں۔ تاکہ تسلسل نہ ٹوٹے صحت بحال ہونے پر یہ کمی دوسرے نمبروں میں پوری کرنے کی سعی کروں گا۔

احباب سے درخواست ہے کہ میری صحت کے لئے دعا فرمادیں۔ تاکہ یہ خدمت جو انجام دے رہا ہوں۔ اس کی برابر توفیق ملتی رہے

اور اس تہری مجبوری کو نظر انداز فرمادیں (محمود احمد عرفانی)

درخواست دعاء

قادیان ۱۰ ستمبر۔ حضرت شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مدیر الحکم کی صحت تادم تحریر بہت خراب ہے احباب درد دل سے صحت کی دعا فرمائیں۔ ممدوح کی کمزوری اور نقاہت کے پیش نظر ۱۴ ستمبر کا پرچہ پورے حجم پر شائع کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ دوسرے ہفتے کا پرچہ پیش خدمت ہو سکے گا۔ (منیجر)

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

میاں عبدالرحیم صاحب مزین کی روایات

حضور کی سیرت کے بہت سے پہلو ہیں۔ ان میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضور کا اپنے خادموں سے کیسا سلوک تھا۔ ہر ایک شخص کی روایات کا ایک خاص رنگ ہے۔ وہ اپنے حالات کے مطابق دوسرے انسان کو دیکھتا ہے۔ میاں عبدالرحیم صاحب حضرت کے خادموں میں سے تھے اور حضور کے بالوں کی درستی بھی کیا کرتے تھے۔ حضور کے سفروں میں کبھی کبھی کھانا پکانے کی خدمت بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ ان کی روایات ان کے اپنے کام کے متعلق ہیں۔ مگر ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی زندگی خادموں کے ساتھ بھی کیسے اعلیٰ درجہ کے اخلاق سے لبریز تھی۔ (ایڈیٹر)

میری عمر چھوٹی تھی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ میں حضور کی حجامت بنایا کرتا تھا۔ مہندی لگایا کرتا۔ عام طور پر کھانا بھی پکایا کرتا تھا۔ میرے والد صاحب کا خدا ان کو غریق رحمت کرے ...... انتقال ہو چکا تھا۔ اسلئے حضور عام طور پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کا باپ چھوٹی عمر میں مر جاتا ہے۔ اُسکی اولاد بھی بعض اوقات چھوٹی عمر میں مر جایا کرتی ہے۔ اس لئے تمھیں نیکی کی طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے۔ باقاعدہ نماز پڑھنی چاہیئے اور اپنی عمر کیواسطے دعا کرنی چاہیئے۔ سو مجھے جب بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوتا۔ تو ہمیشہ مجھے نیک اور متقی بننے کی تلقین فرماتے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر میں نے حضور کی بیعت کی۔ دوسرے دن صبح جب میں حاضر خدمت اقدس ہوا۔ تو حضور نے فرمایا کہ میں تمھیں ہمیشہ نیکی کی طرف بلاتا رہا۔ وہ صرف اسواسطے ہی نہیں تھا کہ تم بیعت ہی کرو۔ بلکہ پوری طرح عمل کرو۔ کیونکہ تمہارا باپ نمازی اور پرہیزگار تھا۔

کچھ تھوڑے عرصے کے بعد میں بعارضہ بخار بیمار ہو گیا۔ حضرت خلیفہ اول معالج تھے۔ آپ نے میرے علاج میں بہت کوشش کی۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ حالت روز بروز خراب ہو گئی۔ مجھے قطعی ہوش نہ تھی۔ نہ ہل سکتا تھا۔ نہ بول سکتا تھا۔ غرض قریب المرگ ہو گیا تھا۔ گھر والے قطعاً مایوس ہو چکے تھے۔ ایکدن جبکہ حضور علیہ السلام سیر سے واپس آ رہے تھے تو میرے نانا صاحب نے احمدی چوک میں حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ عبدالرحیم سخت بیمار ہے اس کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں۔ حضور اسی جگہ سے میرے مکان پر تشریف لے آئے۔ اور میری چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر دائیں ہاتھ سے میرے سر کو ہلا لیا۔ اور میرا نام لے کر ایک دو آوازیں دیں۔ کئی دنوں کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ مجھے کچھ ہوش آیا۔ میں نے آنکھیں کھولدیں مگر بول نہ سکا۔ مینے سلام کے واسطے ہاتھ اُٹھانے کی کوشش کی مگر اُٹھا نہ سکا۔ حضور نے اسوقت فرمایا:۔ عبدالرحیم تم اس بیماری سے نہ مروگے۔ تسلی رکھو۔ پھر آپ نے چھت کی طرف نظر کی جو کہ بہت بوسیدہ اور ٹوٹی پڑی تھی۔ فرمایا البتہ یہ چھت تمہارے واسطے خطرناک ہے۔ حضور چلے گئے اور دو پڑیہ دوائی کی عنایت فرمائی۔ جس سے مجھے بالکل ہوش آ گیا۔ اس کے بعد دوسرے دن دو پڑیاں اور دیں۔ جس سے بخار کو بالکل آرام آ گیا۔ ساتویں دن بعد میں حضور کی خدمت میں مہندی لگانے کے واسطے گیا۔ تو حضور نے فرمایا:۔ میاں عبدالرحیم میں نے تمہارے واسطے بہت دعا کی ہے میں نے عرض کیا کہ میری صحت حضور کی دعا کا نتیجہ ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ یہاں ایک منگل جولاہا تھا۔ اُس نے حکیم فضل دین صاحب کے ساتھ ایک مکان کا مقدمہ کیا۔ جس میں حضور کی شہادت منگل مذکور نے رکھی۔ حضور شہادت کیواسطے بٹالہ جانے کو تیار ہوئے۔ پندرہ آدمی کی سواری کا بندوبست جناب حضرت نانا جان صاحب نے یکوں میں کیا اور مجھے۔ ساتھ جانے کے واسطے حکم دیا اور ۱۵۔ آدمیوں کے کھانے کے واسطے ارشاد فرمایا

جب صبح تیاری ہوئی تو سب آدمی یکوں میں بیٹھ گئے اور میرے واسطے کوئی جگہ نہ رہی۔ کیونکہ میری جگہ پر ماسٹر نقیر اللہ صاحب جو کہ اب پیغامی ہیں بیٹھ چکے تھے۔ میں پیدل یکوں کے آگے چلدیا۔ حضور نے فرمایا کہ تم پیدل کیوں جا رہے اور پیدل کب پہنچو گے۔ اور وہاں جاکر کیسے بندوبست کرو گے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور یکوں میں جگہ نہیں۔ میری جگہ ماسٹر صاحب بیٹھ چکے ہیں۔ حضرت خلیفہ نانا جان صاحب بھی تشریف لے آئے اُن سے ارشاد فرمایا کہ عبدالرحیم کو یکہ میں بٹھا دو۔ اور جو آدمی لسٹ میں نہیں تھا اس کو نکالدو۔ یہ انتظام کے خلاف ہے

بٹالہ پہنچنے پر شہادت نہیں ہوئی۔ کیونکہ عدالت نے سمجھا کہ حضور کو خواہ مخواہ تکلیف دیگئی ہے۔ وہاں پر جانے کا حکم دیا۔ اور یہ بھی حکم دیا کھانا تھوڑا ہوگا کیونکہ تم نے ۱۵ آدمی کا کھانا تیار کیا ہے اور آدمی ۳۰ سے زیادہ ہیں۔ اسلئے کھانا اور لے آؤ۔ مینے عرض کی حضور ضرورت ہوگی تو اور لے آؤں گا۔ چائے کے بعد کھانے کا حکم دیا۔ کھانا واقعی ۱۵ آدمی کا تھا۔ مگر سب کے سب آدمی کھانا کھا چکے۔ اور کھانا کچھ باقی تھا۔ مینے عرض کیا کہ حضور کھانا پورا ہو گیا ہے۔ بلکہ کچھ اور بھی ہے۔

جب کرم دین والا مقدمہ جہلم میں تھا۔ تو حضور جہلم جانے کے واسطے تیار ہوئے۔ میں بھی حضور کے ساتھ تھا۔ رات کیوقت لاہور میں میاں چراغ الدین صاحب کے مکان پر ٹھیرے وہاں پر اور بھی بہت سی خلقت تھی میں بھی پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ حضور نے فرمایا عبدالرحیم تم نے پہلے کبھی لاہور دیکھا ہے؟ مینے عرض کی کہ حضور نہیں۔ فرمایا تم نے نہیں سنا ایک پنجابی مثال ہے کہ

”جن ڈٹھا نہیں لاہور اوہ جمیا ای نہیں“

میں نے عرض کیا کہ حضور رات کو یہاں آئے ہیں۔ ابھی یہاں سے جہلم روانہ ہو جانا ہے۔ دیکھنا کس نے ہے۔ حضور نے فرمایا واپسی پر دکھا دینگے۔ اسی رات جہلم روانہ ہوئے۔ شام کو جہلم پہنچے۔ جس کمرے میں حضور کا بسترہ تھا آپ نے اسی کمرہ میں مجھے ٹھیرنے کا حکم دیا۔ مینے اپنا بسترہ حضور کے پلنگ کے نیچے زمین پر بچھایا۔ میرے خیال میں بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی بھی ساتھ تھے۔

حضور نے اسی رات ارشاد فرمایا کہ تم نے جہلم دیکھا ہے ؟ مینے عرض کیا کہ ...... حضور مینے تو نہیں دیکھا۔ صبح اُٹھتے ہی حضور نے فرمایا کہ جاؤ سیر کر آؤ۔ میں گیا اور دو بازار دیکھ کر جلدی واپس آ گیا۔ کہ شاید کوئی کام ہو۔ رات پھر جہلم سے روانہ ہوئے۔ راستے میں لاہور نہیں ٹھیرے۔ امرتسر پہنچ کر مینے عرض کیا کہ حضور لاہور تو دیکھا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر دکھا دینگے۔ جہلم سے واپسی کے ایک ماہ بعد مقدمہ گورداسپور آ گیا۔ آپ گورداسپور تشریف لیگئے۔ اور میں کھانا پکانے کے واسطے ساتھ تھا۔

ایکدن میاں حامد علی صاحب کے ساتھ کچھ تکرار ہو گئی جس کی وجہ سے مینے دانستہ کھانا تیار نہ کیا۔ حضور نے صبح ۸ بجے حامد علی صاحب کو آواز دی اور دریافت فرمایا کہ کھانا تیار ہے اُنھوں نے جواب دیا کہ حضور ابھی تک تو آگ بھی نہیں جلائی گئی۔ عبدالرحیم چارپائی پر پڑا ہوا ہے۔ نہ بولتا ہے نہ بات کرتا ہے حضور نے مجھے آواز دی اور میاں عبدالرحیم کھانا تیار ہے۔ مینے عرض کیا کہ حضور ابھی تیار نہیں ہے۔ آپنے فرمایا ۸ بج چکے ہیں ۹ بجے کچہری جانا ہے۔ کھانا کیوں تیار نہیں ہوا۔

میں نے عرض کیا کہ حضور میاں حامد علی صاحب سے پوچھ لیں کیوں تیار نہیں ہوا۔ پھر آپنے حامد علی صاحب سے دریافت فرمایا۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ حضور اس نے رات کھانے کے واسطے چاول مانگے تھے۔ نہ تو حضور کے دسترخوان پر رات چاول بچے تھے اور نہ ہی باورچی خانے میں رہے تھے۔ اس وجہ سے یہ ناراض ہے آپنے حکم دیا کہ میاں حامد علی میرا جتنا کھانا بچے وہ عبدالرحیم کو دے دیا کریں اور ایک سیر دودھ روزانہ اس کو پینے کے واسطے دیا جائے۔

صبح جب مہندی لگانے کے واسطے گیا تو آپنے دریافت فرمایا کہ میرا کھانا تمھیں مل گیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ حضور مل گیا تھا۔

ایک دن صبح کیوقت میں باورچی خانہ میں حقہ پی رہا تھا۔ حضور جس کمرے میں رہتے تھے اُس کی کھڑکی عین باورچی خانے کے دروازے کے سامنے تھی۔ حضور نے کھڑکی سے مجھے آواز دی۔ گھبراہٹ میں حقہ ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا حضور نے حقہ کو گرتے بھی دیکھا اور ٹوٹتے بھی۔

آپ نے فرمایا:۔

مجھے یہ پہلے ہی علم تھا کہ تم حقہ پیتے ہو۔ حقہ ٹوٹ گیا ہے۔ تمہارا کیا نقصان ہوا۔ نقصان تو ہمارا ہی ہوا۔ یعنی تم پھر بناؤ گے اور پیسے ہمارے ضائع ہونگے۔

معذرت جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مدیر الحکم کے یکلخت بیمار ہوجانے سے ۱ صفحہ پر اخبار شائع ہو رہا ہے جس کا ہمیں بیحد افسوس ہے۔ ممدوح کی صحت بحال ہونے پر اس کمی کو جلد پورا کر دیا جائیگا۔ احباب اُنکی صحت کے لئے درود اور دعا فرمائیں۔ (منیجر)

روایات

مولوی فضل الٰہی صاحب

ایک گالیاں دینے والا واقعہ

غالباً ۹۳ء کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی کے سفر سے مع اہل و عیال امرت سر تشریف لائے۔ حضور نے شیخ نور احمد صاحب کے مکان پر قیام کیا۔ اس سفر میں حضور کے ساتھ میر محمد یوسف صاحب اور میر محمد سعید صاحب بھی ...... تھے جو بعد میں مرتد ہو گئے تھے۔ امرت سر میں حافظ عبدالرحمان صاحب سیاح امرتسری بھی ہوتے تھے۔ انھوں نے مجھے بتلایا کہ حضرت مرزا صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ تو میں بھی حاضر خدمت ہو گیا۔ وہاں کچھ چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ اور کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ حضور جب تشریف لائے تو محمد یوسف صاحب تحصیلدار ایک خواب سنانے رہے۔ جس میں قادیان کا بھی ذکر تھا۔ میں حضور کے پاؤں دبا رہا تھا۔ اتنے میں ایک شخص جو غزنویوں کا مرید تھا آیا۔ اس نے گستاخی سے حضور کو مخاطب کیا۔ اور کہا کہ تم نے دین کو برباد کر دیا۔ اور اس نے بہت سی یاوہ گوئی کی۔ جس سے غیر احمدی اشرفاء کو بھی اس کی اس بے ہودگی پر تکلیف محسوس ہوئی۔ انھوں نے اس کو دبانا چاہا۔ آپ نے ان کو منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ مولویوں نے اسے بہکایا ہے۔ اسے چھوڑ دیں۔ اسکا کوئی قصور معلوم نہیں ہوتا۔ میں اسوقت نوجوان تھا۔ اور مجھے اسوقت سخت حیرانی تھی کہ حضرت اقدس کس طرح اس کی اس قسم کی باتیں برداشت کر رہے ہیں۔ میں حضور کی نرمی اور قوت ضبط کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔

مفتی صاحب کی عیادت

ایک دفعہ حضور ملتان تشریف لیگئے۔ واپسی پر حضور نے لاہور قیام فرمایا۔ میں بھی ان دنوں وہاں موجود تھا اسلئے میں نے بھی وہاں شرف ملاقات حاصل کیا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی ان دنوں لاہور تھے۔ چونکہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑا عشق تھا۔ مگر اس دفعہ بوجہ بیمار ہونے کے حضور کی زیارت کو تشریف نہ لا سکے۔ آپ نے ان کو موجود نہ پاکر دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہیں آپ ان کے مکان پر عیادت کے لئے تشریف لیگئے۔ اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

لاہور کا قیام

لاہور میں جس مکان میں حضور قیام فرما تھے وہاں مشن کالج کے لوگ بھی آیا کرتے تھے۔ اور کالجوں کے طلباء بھی کثرت سے آیا کرتے تھے۔ انھوں نے عرض کیا۔ کہ حضور کوئی تقریر فرماویں۔ تاکہ آپ کی زیارت بھی ہو سکے۔ اور لوگ آپ سے فیضیاب بھی ہو سکیں۔ آپ نے باوجود کمزوری کے وہاں تقریر فرمائی۔ اور یہ تقریر ایک کھڑکی میں بیٹھ کر فرمائی تھی۔ اس تقریر میں یہ بھی فرمایا۔ دنیا میں واعظ اور لیکچرار کثرت سے ہیں۔ ہر مذہب کے لوگ اپنی طرف دعوت دیتے ہیں مگر مذہب کے اصطلاحی معنی اس راستے کے ہیں۔ جو خدا تک پہنچنے والا ہو۔ سب کا دعویٰ ہے کہ ہمارا مذہب ایک ایسی راہ ہے جو خدا تک پہنچتی ہے۔ چنانچہ میرا بھی یہی دعویٰ ہے۔ کہ اسلام ہی خدا تک پہنچانے والا ہے۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ یہاں بیٹھے ہیں میں ان سے سوال کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے۔ جو یہاں کھڑے ہو کر بیان کرے کہ وہ اپنے مذہب پر چلکر خدا تک پہنچ گیا ہے مذہب کے راستے کے متعلق ایک مثال بیان فرمائی۔ کہ جس طرح میاں میر کو جانے والے ہوں۔ اور وہ میاں میر کی راہ پوچھیں۔ اور لوگ انھیں مختلف راہیں بتلائیں۔ مگر صحیح راہ وہ ہی ہو سکے گی جس پر چل کر کوئی میاں میر کے دروازہ تک پہنچ جائے۔ یا کم از کم میاں میر کے درخت و مکانات وغیرہ ہی نظر آ جائیں۔ اور اسے میاں میر کی معرفت حاصل ہو جائے اور اگر کوئی جماعت باوجود اس کے چلتی رہے اور میاں میر نہ پہونچے تو وہ یقیناً سمجھ لے گی کہ ہم غلط راہ پر ہیں۔ ورنہ میاں میر پہونچ جاتے۔ مگر بعض ہٹ دھرم یہ خیال نہیں کرتے اور غلط راہ پر ہی چلتے چلے جاتے ہیں۔ میں اب لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ میں جس مذہب کی تبلیغ کرتا ہوں میں اس مذہب پر چالیس یا پچاس یا ساٹھ سال تک چلکر خدا تعالیٰ تک پہنچ گیا۔ اور یہ کہ میں ایک زندہ گواہ ہوں اس بات کا کہ یہ مذہب سچا مذہب ہے؟ مگر کوئی نہ اٹھا۔ فرمایا:-

بے شک یہی سوال تم مجھپر کرو گے مگر یقین رکھو میں مذہب کا زندہ نمونہ ہوں۔ اور اگر کوئی شخص مذہب کی معرفت حاصل کرنا چاہے۔ تو میں اسے خدا تک پہنچا سکتا ہوں۔

اور اگر تم میں سے کوئی صاف دل ہو کر چالیس دن میرے پاس رہے۔ تو اسے حق الیقین کے طور پر خدا کی معرفت حاصل ہو جائے گی۔ مگر شرط یہ ہے کہ جس طرح ہلال دکھانے کے لئے کسی کی توجہ ہر طرف سے ہٹا کر ہلال کی طرف متوجہ کی جاتی ہے اسطرح آپ میں سے میری صحبت میں آنے والے کو تمام علائق لغو سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔ پس اگر کوئی آپ میں سے معرفت الٰہی کا خواہاں ہو۔ تو اسلام قبول کرے۔ اور میری ہدایات پر عمل کرے۔

حضرت مفتی صاحب سے حضور کا تعلق!

حضرت مفتی محمد صادق صاحب مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ساتھ کبھی کبھی ایں بھی قادیان آ جاتا تھا۔ جس وقت جب آنے کا اتفاق ہوتا اور حضور کو مفتی صاحب کی آمد کی اطلاع ملتی۔ تو آپ اندر ہی بلا لیتے۔ جب میں ساتھ ہوتا۔ تو میں بھی ساتھ ہی اندر چلا جاتا حضور چائے وغیرہ یا کبھی دودھ سے تواضع فرماتے۔ اور مفتی صاحب سے انگریزی اخبارات کے متعلق خبریں پوچھتے۔ غرض مفتی صاحب کے ساتھ حضور کا نہایت ہی شفقت کا برتاؤ تھا۔ اور مہمان نوازی کا سلوک تو سب مہمانوں کے ساتھ یکساں تھا۔

ایک واقعہ

ایکدن صبح کو سیر کیلئے حضور باغ میں تشریف لے گئے آپکے ساتھ بہت سے مہمان بھی تھے۔ شہتوتوں کا موسم تھا آپ اپنے مہمانوں سمیت وہاں بے تکلفی سے چٹائیوں پر بیٹھ گئے۔ فرمایا کہ ہم آج آپ لوگوں کو اپنے باغ کے شہتوت کھلانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ شہتوت منگوائے گئے۔ اور سب دوستوں سمیت حضور کھاتے رہے۔ اور ساتھ ساتھ پند و نصائح بھی فرماتے جاتے تھے۔ یہ بھی فرمایا کہ مجھے بڑی خوشی ہے کہ میرے دوست مجھے ملنے آئے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ غالباً یہ حضور کی زندگی کے آخری جلسے کا واقعہ ہے۔ کہ حضور ریتی چھلے کی طرف سیر کے لئے نکلے۔ حضور کے ساتھ بہت بڑا ہجوم تھا۔ اور لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ کئی دفعہ آپکے ہاتھ سے سوٹی گر گئی۔ اس حالت کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ شاید لوگ مصافحہ کے خواہشمند ہیں۔ کیونکہ یہ گرے پڑتے ہیں۔ تب مصافحوں کا انتظام کیا گیا۔ حضور بڑھ کے درخت کی جڑوں کے پاس کھڑے ہو گئے اور دوستوں نے مصافحہ کرنا شروع کر دیا۔

مرزا ایوب بیگ مرحوم کا ایک کشف!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی۔

ایک دن مینے مغرب کی نماز مرزا ایوب بیگ صاحب کے ڈیرے پر پڑھی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی وہیں تھے۔ مرزا ایوب بیگ صاحب کی نماز "الصلوٰۃ معراج المومن" کا رنگ رکھتی تھی۔ وہ جب نماز پڑھتے تھے۔ تو دنیا کے خیالات سے لاپرواہ ہوتے اور ان کی آنکھوں سے آنسو گرا کرتے تھے۔ اس دن انھوں نے غیر معمولی طور پر لمبی نماز پڑھی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ پہلے تو آپنے نہ بتلایا۔ مگر اصرار پر کہا کہ جب درود پڑھنے لگا۔ تو مجھے کشف ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک پلیٹ فارم پر ٹہل رہے ہیں۔ اور دعا مانگ رہے ہیں۔ آپنے عربی الفاظ بھی بتلائے۔ اور دعا کا ترجمہ بھی بتلایا جس کا مطلب یہ تھا کہ اے خدا میری امت کو ضلالت سے بچا۔ اور اس کی کشتی کو پار لگا۔ میں اس دعا کے ساتھ آمین کہتا رہا پھر مینے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اے خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں قبول فرما اور آپ کی امت کو گرداب ضلالت سے بچا۔ پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا ختم کی۔ تو مینے بھی نماز ختم کر دی۔

مینے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ مرزا ایوب بیگ صاحب بہت بیمار ہیں۔ حضور ان کے لئے کوئی خاص دعا فرماویں۔ فرمایا مجھے ایوب بیگ کے لئے بڑی تڑپ ہے۔ کہ میں ان کے لئے خاص دعا کروں۔ کئی دفعہ مینے ان کی خاطر نماز شروع کی ہے۔ مگر نماز کے بعد ان کا خیال آتا ہے نماز میں یاد ہی نہیں رہتے۔ تب مینے سمجھ لیا کہ یہ ان کے آخری دن ہیں۔ اور ایسا ہی ہوا۔

کسی چیز کی عادت نہیں ڈالنی چاہیئے

پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی رضی اللہ عنہ اخبار بدر میں کام کیا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں پیر صاحب نے حقہ کا ذکر کیا حضور نے فرمایا کہ یہ اچھی چیز نہیں۔ یہ نیکیوں سے ہٹا دیتی ہے پیر صاحب نے اخبار میں بھی یہ باتیں لکھدیں۔ حضور نے دوسرے یا تیسرے دن فرمایا کہ پیر صاحب مومن کی یہ شان ہے کہ وہ کسی چیز کے لئے مضطرب نہ ہو۔ خواہ حقہ ہو یا پان یا چائے وغیرہ صرف ایک چیز کے لئے مومن کو مضطرب رہنا چاہیئے۔ اور وہ رضاء الٰہی ہے۔

حضور کے کھانے کے متعلق

مینے بارہا حضور کے سامنے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ آپ کی عادت تھی کہ جو شخص آپکے ساتھ کھانا کھاتا تھا آپ اپنی چیزیں اٹھا کر اسکے سامنے رکھدیتے۔ اور مہمانوں کو کہا کرتے تھے۔ اگر کسی کو پرہیزی کھانے کی ضرورت ہو تو وہ پہلے اطلاع دیدیا کرے۔ حضور آہستہ آہستہ کھانا کھاتے اور یہ اسلئے کہ تا مہمان جلد کھانا ختم نہ کر دیں۔ آپکی غذا ایک حیاتی کا کچھ حصہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت منشی حبیب الرحمان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس حاجی پور

(۴)

سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۳۵ء

بہار کا موسم تھا۔ پہنچتے ہی تنور گرم کروا دیئے اور دیگیں چڑھوا دیں۔ اور ایک قلیل عرصہ میں ظہر کی نماز سے قبل چار پانصد احباب کو کھانا پورے تکلف سے کھلا کر فارغ ہو گئے اور وقت مقررہ پر سب دوستوں کو اسٹیشن پر پہنچا دیا حضور کی گاڑی آئی اور سب نے حضور کی زیارت سے مشرف ہو کر اپنے ایمانوں کو تازہ کیا۔ اور آپ حضور کے لئے اپنے باغیچہ کے پھل اور کچھ گھر سے تیار کرا کر لائے وہ پیش کیا۔ جالندھر شہر تک حضور کے ہمرکاب رہے اور پھر واپس آ گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب پھگواڑہ کے اسٹیشن سے گذرتے آتے جاتے آپ کو اطلاع ہوتی تو آپ اسطرف جالندھر سے لدھیانہ تک اور اس طرف لدھیانہ یا پھلور سے جالندھر شہر تک حاضر ہو کر حضور کی صحبت سے فیضیاب ہوتے۔ اسکے علاوہ سلسلہ کے بزرگان۔ مبلغین اور ناظروں کی جب بھی پھگواڑہ سے گذرنے کی اطلاع ہوتی تو ضرور ملاقات کے لئے اسٹیشن پر پہنچتے۔ اور جب موقعہ ہوتا ضرور کوئی نہ کوئی تحفہ پیش کرتے۔ خواہ اپنے باغیچہ کا پھل ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ بھی سال میں ایک دو مرتبہ ضرور حاجی پور تشریف لے جایا کرتے تھے۔

آپ اپنے بڑے بھائی کی اطلاع پا کر بہرائچ (ملک اودھ جہاں وہ ملازم تھے) تشریف لے گئے۔ اور وہاں کچھ عرصہ قیام کرنا پڑا۔ وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آنے کی وجہ سے ہاضمہ میں نقص اور معدہ میں خرابی پیدا ہو گئی۔ اور وہاں سے ہی اسہال آنے کی شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ یہاں آ کر سات سال تک متواتر ضعف معدہ کے عارضہ سے بیمار رہے۔ علاج معالجہ کرایا گیا (آپ کو ہومیو پیتھی میں بھی دخل تھا) مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ بالآخر ایک دوست نے افیون کا مشورہ دیا۔ چونکہ وہ منشی ہوتی ہے۔ اسلئے اس کے استعمال سے انکار کیا۔ مگر وہ دوست مصر رہے۔ اور کہا کہ یقیناً آپ کو آرام ہو جائے گا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو منشیات میں شمار نہیں کیا۔ بلکہ مخدرات میں شامل فرمایا ہے۔ نہایت قلیل مقدار میں بطور تجربہ استعمال کرنی شروع کی جس سے سالوں کے مرض پر افاقہ معلوم ہوا پھر آپنے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور ایدہ اللہ نے افیون کا استعمال ناپسند فرمایا۔ چنانچہ حضور کے اس اظہار ناپسندیدگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپنے معاً چھوڑ دی۔ جس کے چھوڑنے سے اصل مرض عود کر آیا۔ اور پھر وہی تکالیف شروع ہو گئیں۔ پھر حضور ایدہ اللہ کی خدمت بابرکت میں اپنی تمام حالت عرض کرنے پر حضور ایدہ اللہ نے اجازت دے دی اور فرمایا مقدار کی بیشی نہ ہو۔ اسپر آپنے کھانی شروع کر دی۔ اور بطور دوا کے ایک بہت چھوٹی سی گولی صبح و شام ہمراہ چاء کھاتے تھے۔ جس سے بالکل آرام ہو گیا۔ مگر آپکے چہرہ سے کوئی بھی دیکھ سکتا تھا کہ آپ افیون استعمال کرتے ہیں۔ آپ کی خوراک افیون کی مقدار بندوق کے چھوٹے سے چھوٹے چھرہ کے برابر تھی۔ آپ پان اور چاء کے عادی تھے۔

آخری ایام میں تو آپ کو دنیاوی معاملات یا انتظام جائداد وغیرہ سے ایک قسم کا طبیعت میں انقباض پیدا ہو تا تھا اور بہت کم ان معاملات میں توجہ یا مشغولیت فرماتے تھے۔ خدا تعالیٰ کی یاد میں اپنا وقت گذارتے تھے۔ وفات سے تقریباً دو ہفتہ قبل افیون کا استعمال بالکل ترک کر دیا تھا۔ مابعد چائے بھی چھوڑ دی تھی۔ اور جس روز انتقال فرمایا ہے صبح سے پان بھی ترک کر دیا تھا نیا برش دانتوں کے صاف کرنے اور نئی ڈبیہ منجن کی منگوائی جس روز شام کو انتقال ہونا تھا۔ صبح کی نماز کے وقت دانت وغیرہ خوب صاف کیئے۔ دوپہر کو اپنا کمرہ تمام سامان نکلوا کر صاف کروایا۔ اگربتی جلوائی۔ پلنگ بستر سب صاف کروا کر چار بجے شام اپنے پلنگ پر جا لیٹے۔

آپ کو بڑی تڑپ تھی کہ حضرت مسیح موعود کی سوانحعمری جس میں سب حالات درج ہوں اور کسی قسم کی بھی کمی نہ رہے۔ سر سید احمد جیسے کی سوانحعمری اتنی ضخیم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانحعمری کیوں ایسی نہ ہو۔ بلکہ جامعہ ہو۔ آخر اپنے ایک دوست منشی محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کو اس کام پر آمادہ کر کے آپکے پاس جس قدر اخبار اور رسالجات اور کتب تھیں اس غرض کو پورا کرنے میں امداد کے لئے دیں کہ کسیطرح میری زندگی میں تیار ہو جائے۔ مگر نہ ہوئی: اور یہ حسرت و تڑپ دل ہی میں رہی۔

آپ کو کچھ عرصہ سے شام کو سردی سے تپ ہو جاتا تھا اور رات کو کسی وقت پسینہ آ کر اتر جاتا تھا۔ اور صبح کو طبیعت صاف ہو جاتی تھی۔ چنانچہ پلنگ پر لیٹنے کے بعد طبیعت میں گھبراہٹ شروع ہو گئی۔ کسی نے کہا کہ یہ گھبراہٹ اسوجہ سے ہے کہ تپ کا وقت ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ چاء اور افیون کا وقت ہے اگرچہ اب چھوڑی ہوئی ہے اسلیئے اس کی وجہ سے گھبراہٹ ہے۔ کسی نے کہا کہ صبح سے پان نہیں کھایا۔ اسوجہ سے گھبراہٹ ہے۔ غرضیکہ ہر ایک نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ہر ایک چیز کے پیش کرنے کی درخواست کی مگر آپنے کسی چیز کی بھی خواہش نہ کی بلکہ انکار فرمایا اور سوائے اللہ ھُو۔ اللہ ھُو کے اور کچھ منہ سے نہ نکلتا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد طبیعت بہت خراب ہو گئی بالآخر ساڑھے پانچ بجے شام آپ اپنے معبود حقیقی کو یاد فرماتے ہوئے جا ملے (اور یہ دن دوشنبہ کا تھا۔ اور تاریخ یکم دسمبر ۱۹۳۰ء تھی آپکی عمر ۶۳ سال کی تھی) انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دل و دماغ آخر وقت تک آپکے قائم اور صحیح و سلامت رہے۔

آپ ہمیشہ ہم سب کو اور خصوصاً حضرت والدہ صاحبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے جنازہ کی نماز منشی ظفر احمد صاحب پڑھائیں بلکہ حضرت ماموں صاحب سے بھی بارہا فرمایا اور عہد لیا تھا کہ میرے جنازہ کی نماز آپ کو پڑھانی ہو گی۔ ملگہ ماموں صاحب فرماتے کہ موت اور زندگی کا کوئی اعتبار نہیں کس کی پہلے باری آ جائے۔ اسپر اصراراً یہی فرماتے کہ پہلے میری موت ہے اور آپنے ہی میرا جنازہ پڑھانا ہو گا۔

چنانچہ آپ کی وفات کی اطلاع حضرت ماموں صاحب قبلہ کو بذریعہ تار دیگئی۔ ماموں صاحب کو والد صاحب سے اور والد صاحب کو ماموں صاحب سے جو محبت تھی اُس کا اظہار نہ تو زبان اور نہ ہی قلم سے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ والد صاحب کی یہ وصیت کہ میرا جنازہ منشی ظفر احمد صاحب پڑھائیں خدا کے فضل و کرم سے ہم سب کو اس کے پورا کرنے کی توفیق ملی۔ اور ماموں صاحب نے ایک بڑے مجمع کے ساتھ جس میں بہت سے علاقہ کے غیر احمدی اور مخالف بھی شامل تھے (کپورتھلہ۔ پھگواڑہ۔ حاجی پور وغیرہ وغیرہ) آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے باغیچہ میں دفن کیا۔ جہاں آپنے چار ماہ قبل فرما دیا تھا کہ مجھے اسی جگہ دفن کرنا۔

ماموں صاحب قبلہ کو آپ کی جدائی کا جو صدمہ ہے اس کا اندازہ وہ خود ہی کر سکتے ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد ہم سب کی درخواست پر چند یوم حاجی پور قیام فرمایا مگر ہر وقت چشم پرنم رہتی تھی اور بارہا یہی فرماتے کہ میں اکیلا رہ گیا۔ جب دہلی کا ارادہ فرماتے ہمارے اصرار پر جواب میں ہماری تشفی فرماتے۔ مگر والد صاحب مرحوم کی جدائی کا صدمہ ان کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اور اب تک ہے۔

آپ کی وفات سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل جبکہ آپکی زیادہ علالت کی اطلاع معلوم کر کے آپکی صحت کے لئے میں اپنا اہل و عیال کے نماز تہجد کے بعد دعا کی (جبکہ میں سندھ میں تھا) اسی اثنا میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا دربار لگا ہوا ہے۔ دربار کا سٹیج بہت ہی لمبا چوڑا ہے انتہا نہیں۔ ایکطرف سٹیج بنا ہوا ہے۔ اور اس میں تین سیٹیں ہیں۔ ان میں سے ایک پر خدا تعالیٰ دوسری پر حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور تیسری پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ افروز ہیں ان درباریوں میں سے گذر کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور والد صاحب مرحوم کی علالت کا ذکر کر کے عرض کیا کہ آپ (خدا تعالیٰ سے) صحت کے لئے سفارش کر دیں۔ اسپر حضور نے اسطرف منہ کر کے عرض کیا تو جواب ملا کہ "اچھا" تو میں نے اپنے کانوں سے ... اور

غنودگی جاتی رہی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں اسی طرح بدستور دعا میں مع اپنے اہل و عیال مصروف ہوں۔ دعا کرتے کرتے پھر وہی پہلے سی حالت ہو گئی۔ اور دعا میں ہی غنودگی ہو گئی۔ دوبارہ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ وہی دربار لگا ہوا ہے۔ اور اسیطرح تخت نشین پر سب بیٹھے ہیں۔ میں نے پھر مثل سابق حضرت مسیح موعودؑ سے والد صاحب کی بیماری کا ذکر کر کے صحت کے لئے سفارش کی درخواست کی۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی داہنی طرف شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ حضور کے اشارہ فرماتے ہی والد صاحب سفید لباس پہنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر حضور نے دوسری طرف یعنی اپنے بالمقابل اشارہ فرمایا تو ماموں ظفر احمد صاحب قبلہ اٹھ کھڑے ہو گئے۔

اسپر مجھے یہ بتایا گیا کہ اس مرض سے صحت ہو جائے گی اس کے بعد جو تکلیف ہوگی اس سے صحت نہ ہوگی۔ اور یہ دونوں جنتی ہیں۔ اور پھر ہماری دعا ختم ہو گئی۔ میں نے سب کو اسیوقت یہ بتا دیا۔ چنانچہ والد صاحب کی وفات کا موجب دوسرا مرض ہوا۔ جس سے آپ نے وفات پائی۔

آپ کی وفات سے چھ ماہ بعد میرے چھوٹے بھائی فیض الرحمن سلمہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ ایک نہایت ہی سفید سبز موٹر میں حاجی پور تشریف لائے ہیں۔ اور موٹر سے اتر کر سیدھے والد صاحب مرحوم کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر بہت ہی دعا کی۔ اور بعد دعا فرمایا کہ "یہ شخص جنتی ہے۔" پھر موٹر میں بیٹھ کر واپس تشریف لے گئے۔

آپ کی وفات پر آپ کے خاندان کے مندرجہ ذیل ممبران موجود تھے:۔

ایک اہلیہ (میری والدہ صاحبہ)

سات بیٹے:۔ محب الرحمن معہ اہلیہ۔ کلیم الرحمن معہ اہلیہ۔ مسعود الرحمن معہ اہلیہ۔ عبید الرحمان مع اہلیہ فیض الرحمن۔ خلیل الرحمن معہ اہلیہ۔ عباد الرحمن

ایک بیٹی:۔ امۃ الرحمن

چار پوتے:۔ لطیف الرحمن بی۔اے۔ لطف الرحمن عبد المنان ۔ عبد الوہاب

چھ پوتیاں:۔ امۃ السلام۔ امۃ الحی۔ امۃ الوہاب امۃ الاعلیٰ۔ امۃ القیوم۔ امۃ المجیب

(یہ نام عمروں کے لحاظ سے لکھے گئے)

ان میں سے سوائے عزیز خلیل الرحمن سلمہ اور انکی اہلیہ کے سب نے اپنے ہاتھوں سے تجہیز و تکفین کی۔ عزیز مذکور اسوقت آگرہ تھے۔ جو بعد از وفات پہنچے۔ اسلئے یہ افسوس ہے۔

خاکسار کلیم الرحمن خلف حضرت منشی حبیب الرحمن صاحب رضی اللہ عنہ ساکن حاجی پور ڈاکخانہ پھگواڑہ ریاست کپورتھلہ حال کارکن نظارت بیت المال صدر انجمن احمدیہ قادیان

۸ جون ۱۹۳۵ء

> میں نے یہ تمام مضمون اول سے آخر تک سنا اور درست پایا
>
> ظفر احمد
>
> ۲۶/۷/۳۵

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ

خریداری نمبر

دینا ضروری ہے۔

رعایت ہوتی ہے

(مینیجر)

حضرت قاضی خواجہ علی صاحب لدھیانوی رضی اللہ عنہ کے حالات

(از قلم جناب غلام حسین صاحب لدھیانوی ۔۔۔ از دہلی)

حضرت قاضی صاحب کے آباؤ اجداد شروع میں علاقہ یو۔پی میں رہتے تھے۔ قریباً ایک صدی پیشتر نواب صاحب مالیر کوٹلہ نے انھیں اپنی ریاست میں بلایا۔ اور وہیں امام مقرر فرمایا۔ اور گذارہ کے لئے جاگیر بھی عطا فرمائی۔ چنانچہ آپ کے والد بزرگوار ایک عرصہ تک پیش امام رہے۔

حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کی ابتدائی تعلیم سکول میں ہوئی۔ اس کے علاوہ آپ کو عربی فارسی اور دینیات کا بھی علم کافی تھا۔ کیونکہ والد صاحب کے پاس ان کتب کا کافی ذخیرہ تھا۔ اور ان سب کتابوں پر عبور کرا دیا تھا۔

آپ کی طبیعت میں قدرتاً فراست صحیحہ کا مادہ تھا۔ آپکے والد نے انھیں دوستوں کے مشورہ سے پولیس میں بھرتی کرایا۔ آپ جگراؤں ضلع لدھیانہ میں بطور سارجنٹ بھرتی ہو گئے۔ ان دنوں پنجاب کے مشہور پولیس آفیسر مسٹر دار وائن لدھیانہ کے سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے۔ آپ اکثر تفتیش میں معاملات کی تہ تک پہنچ جاتے تھے۔ جس سے تمام پبلک اور حکام میں آپ کا نام مشہور ہو گیا۔ لیکن کچھ دن بعد آپ نے اس ملازمت کو پسند نہ فرمایا۔ اور استعفا داخل کر دیا۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نے آپ کا استعفیٰ نامنظور کیا اور ان کو سمجھایا کہ آپ کی ہمیں ضرورت ہے۔ اور آپ خود بھی اچھے عہدے پر ترقی کر جائینگے۔ آپنے اسوقت مان لیا۔ لیکن پھر کچھ عرصہ کے بعد ملازمت چھوڑ دی اور شکرم کا کاروبار شروع کر دیا۔

اسوقت مالیر کوٹلہ اور فیروزپور کی ریلوے لائن نہیں تھی اور تمام مسافر اور ڈاک کا انتظام آپ کے ہاتھ میں تھا۔ اور کاروبار نہایت معقول تھا۔

آپ بہت مہمان نواز تھے۔ ریلوے سٹیشن کے پاس ہی آپ کا دفتر تھا۔ جہاں سے تمام شکرم روانہ ہوتی تھیں اسلئے سٹیشن سے جو مہمان آتا سیدھا آپ کے پاس ہی پہنچتا تھا۔ ویسے بھی تمام مقامی احباب کا روزانہ جلسہ آپکے مکان پر رہتا اور اکثر بحث و مباحثہ اور مذہبی گفتگو رہتی تھی

آپ کی طبیعت میں نہایت سادگی تھی۔ محنت کے کسی کام سے عار نہ تھی اور نہایت بارعب آدمی تھے۔ آپنے اپنے خود نوشت حالات لکھے ہیں کہ آپ کس طرح احمدی ہوئے۔ جو کہ درج ذیل ہیں:۔

واما بنعمۃ ربک فحدث

(از قلم حضرت خواجہ علی صاحب ٹھیکیدار شکرم)

آیت مندرجہ عنوان کی رو سے یہ امر ضروری ہے۔ کہ میں اللہ جل شانہ کی اس عظیم نعمت کا اظہار کروں جو کہ خاص لطف و احسان خداوندی سے مجھے عنایت کی گئی ہے۔ میرے آقا اور میرے محسن مولائے کریم نے فراست صحیحہ یقینیہ کا ایک وافر اور کامل حصہ مجھ کو عطا کیا ہے۔ جس فراست کی رو سے بفضلہ تعالیٰ میں ایک اجنبی شخص کی باطنی حالت کو تاڑ جاتا ہوں اور جانچ لیتا ہوں۔ اور میری یہ دوربینی اور باریک نظری کشف یا رؤیا کی قسم میں سے نہیں۔ بلکہ بدیہیات کیطرح مشاہدہ کے طور پر مجھ کو ایک ناواقف شخص کی صفائی و طہارت باطنی یا خباثت و ناپاکی نفس نظر آجاتی ہے۔ خدا کے فضل سے پہلی ہی ملاقات میں بادی النظر مجھ کو ایک ناآشنا انسان کی نسبت علم دیا جاتا ہے کہ یہ کس قماش کا آدمی ہے۔ اور اس کی تہ تک پہنچنا میرے لئے کچھ مشکل بات نہیں۔ اور میں نے اپنی فراست کا بارہا تجربہ کیا ہے جو بالکل سچ نکلا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ کی کمال مہربانی اور قابل قدر نوازش میرے شامل حال ہے کہ مجھ کو مردم شناسی کی پوری لیاقت اور کامل استعداد دی گئی ہے

انسانیت کے اسی جوہر کی نسبت حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس طرح وارد ہے کہ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگو! مومن کے فراست کی تحقیر سے بچو۔ کیونکہ مومن خدا کے نور کے ساتھ نظر کرتا ہے۔ جس میں غلطی واقعہ نہیں ہوتی اور یہ نور فراست کے کمالات نبوت میں سے ایک بلند اور ارجمند کمال ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم قرآن مجید میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست کی نسبت اسطرح فرماتا ہے

ولو نشاء لاریناکھم فلعرفتھم بسیماھم ولتعرفنھم فی لحن القول۔ جس سے ثابت ہے کہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا نے ایسی فراست عنایت کی تھی کہ آپ انسان کے چہرے سے بلکہ طرز کلام سے اس کی حقیقت اور چلوگتی پا جاتے تھے۔ اور سمجھ جاتے تھے کہ یہ کس رنگ ڈھنگ کا آدمی ہے۔ اور یہ فراست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ درجہ کا معجزہ تھی۔ اگر علم قیافہ کی رو سے کوئی قیافہ دان کسی شخص کے حلیہ کو دیکھ کر یا کوئی مجسٹریٹ اپنے بارہا تجربوں سے کسی خونی یا چور یا کسی بے گناہ کی شکل و صورت سے بطور ظن تخمین کے اپنی رائے قائم کر سکتا ہے۔ مگر وہ فراست جو کمالات نبوت میں سے ہے اور یہی شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ وہ ایک خاص موہبت خداوند تعالیٰ ہے جو مومنوں کو ہی دیجاتی ہے۔ جس کی نسبت حدیث میں وارد ہے کہ مومن خدا کے نور کے ذریعہ سے نظر کرتا ہے۔ بموجب مقولہ ولی را ولی می شناسد۔ یہ کیسا انکار کہنے سے رک نہیں سکتا کہ جبکہ حضرت مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب نے مجددیت کا دعویٰ کیا۔ اور وہ زمانہ آنجناب کے اوائل کا زمانہ تھا اور بہت کم لوگ آپ کے واقف تھے۔ اور لوگ آپکے مامور من اللہ ہونے کے بارے میں تذبذب کی حالت میں تھے اور قطعی اور یقینی طور پر بلا ریب و اشتباہ آپ کی صداقت کا شاید کوئی مخفی ہی ان دنوں میں قائل ہوگا۔ الامان ان درمیان ایام میں جب اس عاجز کو اس مسیح الزمان کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس مبارک جمال پر نظر ڈالتے ہی اس عاجز نے یقینی اور قطعی طور پر معلوم کر لیا کہ بے شک یہ وجود خدا کے برگزیدوں میں سے ہے۔ اور اول عاجز نے مسیح موعود کی اس چمکتی ہوئی صداقت اور سچائی کو جو کہ صدہا آسمانی نشانوں اور ہزارہا بندگان کے رجوع کرنے کے بعد آجکل ظاہر ہو رہی ہے پہلی ہی ملاقات کیوقت اس بابرکت وجود میں آفتاب سے زیادہ روشن اور درخشاں دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ جو میرے حال سے خوب واقف ہیں ان کو معلوم ہے کہ جو کچھ میرا خیال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت ان دنوں تھا جبکہ میں نے آپ کی غلامی قبول کی اور آپ کو ایک کامل اور راستباز انسان مان چکا تھا۔ جس کو تیس برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے۔ اسدم تک بدستور وہی خیال قائم چلا آتا ہے آپ کی نسبت کبھی میرے دل میں وسوسہ اور نہ کسی ابتلا کے میرے اعتقاد کے پاؤں کو لغزش ہوئی۔ اور نہ کبھی کسی شک و شبہ کو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ اور خدا کے فضل سے کسی دینی

خدمت کے موقع پر جس میں جانکی یا مال کی ضرورت کو کبھی میں نے دریغ نہیں کیا۔ اور نہ مخالفوں کی مخالفت کے صدمہ سے ڈر کر حق کے اظہار اور اس مسیح کی سچائی پر گواہی دینے سے بزدلی دکھائی ہے بارہا بڑے بڑے مخالف علماء مولویان سے حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت گفتگو کرنے کی نوبت آئی ہے۔ خدا کی عنایت سے ان کو شافی دکافی جواب دیا گیا ہے۔ بڑے بڑے مولویوں کو میں نے دیکھا ہے کہ ذرا ذرا سے ابتلا کے موقعہ پر انھوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔ مگر الحمدللہ کہ میں ابتلاؤں سے اب تک جانتا بھی نہیں کہ لغزش اور ٹھوکریں کیا ہوتی ہیں۔ پس خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے مجھ کو چن لیا۔ اور مجھ کو ان مومنوں میں سے کیا۔ جن کی فراست میں خدا کا نور شامل ہوتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی فراست خداداد سے شناخت کیا۔ لیکن میری فراست میں اس قدر نور اور فراست کا بڑھ جانا جس کا میں نے اپنے مضمون کے شروع میں ذکر کیا ہے یہ محض حضرت امام علیہ السلام کی دعا کی بدولت ہے۔ کیونکہ امام علیہ السلام نے میرے حق میں دعا کی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے مجھ کو ایسی فراست عطا کی وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کا ذکر ضمیمہ ازالہ اوہام حصہ دوم میں اسطرح کیا ہے

"حبی فی اللہ قاضی خواجہ علی صاحب

قاضی صاحب موصوف اس عاجز کے منتخب، دوستوں میں سے ہیں۔ محبت و خلوص و وفا و صدق و صفا کے آثار اُن کے چہرے پر نمایاں ہیں۔ خدمت گزاری میں ہر وقت کھڑے ہیں وہ ان اولین سابقین میں سے ہیں جن میں سے اخویم میر عباس علی صاحب ہیں۔ وہ ہمیشہ خدمت میں لگے رہتے ہیں اور ایام سکونت لدھیانہ میں جو چھ چھ ماہ تک بھی اتفاق ہوتا ہے۔ ایک بڑا حصہ مہمانداری کا خوشی کے ساتھ اپنے ذمہ لیتے ہیں اور جہاں تک ان کے قبضہ قدرت میں ہے وہ ہمدردی اور خدمت اور ہر ایک قسم کی غمخواری میں کسی بات سے فرق نہیں کرتے اور اگرچہ وہ پہلے ہی سے مخلص با صفا ہیں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ زیادہ تر قریب کھینچے گئے ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ حقانیت کی روشنی ایک بے غرضانہ خلوص اور للّہی محبت میں دمبدم ان کو ترقی دے رہی ہے۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان ترغیبات کی وجہ سے اپنے حسن ظن کے حالات میں زیادہ سے زیادہ پاکیزگی حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اور روحانی کمزوری پر غالب ہوتے جاتے ہیں۔ میرا دل بھی ان کی نسبت یہی شہادت دیتا ہے کہ وہ دنیوی طور سے ایک صحیح اور باریک فراست رکھتے ہیں۔ خداتعالیٰ کے فضل نے اس عاجز کی روحانی شناسائی کا بھی ایک قابل قدر حصہ انہیں بخشا ہے۔ اور آداب ارادت میں وہ صفائی حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اور قلت اعتراض اور حسن ظن کی طرف اُن کا قدم بڑھتا جاتا ہے۔ اور میری دانست میں وہ ان تمام مراحل کو طے کر چکے ہیں جہاں کسی خطرناک لغزش کا اندیشہ ہے"۔

حضرت قاضی صاحب مرحوم اپنے آخری عمر میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت مہتمم لنگر خانہ بھی رہے۔ اور کچھ عرصہ تک اس کام کو نہایت محنت اور امانت کے ساتھ بجا لاتے۔ ان ایام میں کبھی کبھی لدھیانہ بھی تشریف لاتے تھے۔ تو فرمایا کرتے کہ قادیان میں حضرت مولوی صاحب (خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ) کے بعد حضرت میاں صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) کا وجود ہے۔ آپ اپنے شباب کے دنوں میں اسقدر خدا کی یاد میں رہتے ہیں کہ کسی مجلس میں سوائے خطبہ جمعہ کے وقت شاذ ہی نظر آتے ہیں۔

اور خطبہ جمعہ میں جو تقریر فرماتے ہیں اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت تازہ ہو جاتی ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی صدرالدین وغیرہ بڑے لیکچرار ہیں۔ مگر اللہ والی باتیں صرف میاں صاحب میں ہی ہیں۔

وفات آخر وہ دن آ گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ منتخب دوست جو سابقین اولین میں سے تھا۔ پاؤں پر ایک زخم ہونے کی وجہ سے بستر علالت پر لیٹ گیا اور اس کے ساتھ بخار بھی ہو گیا۔ چند روز کے لئے لدھیانہ تشریف لائے۔ کیونکہ آپ آخری ایام میں مہتمم لنگر خانہ قادیان تھے۔ لیکن پھر تندرست ہو کر قادیان اپنی ڈیوٹی پر نہ پہنچ سکے۔ بلکہ آپ کی نعش دفن کرنے کے واسطے لائی گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

خاکسار غلام حسین احمدی لدھیانوی

از دہلی

میں کیونکر احمدی ہوا؟

مسٹر عبداللہ اسکاٹ کے حالات

(از قلم چودھری نور الدین صاحب بھٹی بی۔اے)

ذیل میں عبداللہ اسکاٹ کے حالات نظر ناظرین کرتا ہوں۔ صاحب موصوف اس قطع ارض میں پیدا ہوئے جو مدت سے یا تو بکلی متنفر ہے۔ اور یا پھر عیسائیت کے طوق عقیدت میں گرفتار۔ باوجود ان رکاوٹوں کے ان کا احمدیت تک پہنچ جانا خدا تعالیٰ کے فضل اور فطری سعادت پر دال ہے

عیسائیت ایام طفلی میں ہی مجھے مذہب سے لگاؤ تھا۔ اور اسی وارفتگی کا نتیجہ تھا کہ بالغ ہونے سے قبل میری متجسس طبیعت عیسائیت کی خامیوں سے آگاہ ہو گئی۔ اور نہ صرف عیسائیت بلکہ یورپ کے تمام مروجہ مذاہب کے متعلق میرا یقین ہو گیا تھا کہ وہ صداقت سے دور اور جہالت میں چور ہیں۔ میری روح تشنہ تھی۔ مگر اس درد کا مداوا ان کے پاس موجود نہ تھا۔ اور وہ اس نور سے بے بہرہ تھے۔ جس کا میں متلاشی تھا۔ ان کے پاس کیا تھا۔ چند بوسیدہ گلے سڑے اعتقادات جن کی غیر معقولیت سے مجھے سخت گھن آتی۔ مجھے یاد ہے کہ جب مجبوراً میں گرجا میں جاتا تو تا اختتام رسومات میرے دل پر ایک بوجھ سا رہتا۔ اور طبیعت گھبراتی کہ یہ کیا سوانگ بھرے جا رہے ہیں۔ اول تو دو دو گھنٹے گھٹنے ٹکاتے بیٹھے رہنا۔ صلیب کی صعوبتوں سے کچھ کم نہیں۔ مگر میں اس سے بھی منقبض نہ ہوتا۔ اگر واعظ اور مقررین اپنے خطبات میں کوئی کام کی بات کہتے ان کے لئے صرف ایک ہی مضمون تھا۔ جسے شاید انھوں نے ورد و کرار رکھا تھا۔ ہر دفعہ اسی کی رٹ لگاتے۔ اور پھر وہ مضمون پیدائشی گناہ نامعقولیت سے اسی قدر لبریز ہے جیسے کوئی پیمانہ چھلک رہا ہو۔ واعظ صاحب تشریف رکھتے تو کوئی اور مقرر کھڑے ہو کر راگ الاپتے۔ نتیجہ یہ تھا کہ سامعین بے خبر سو رہتے۔ یا مجھ جیسے دل میں ہزار صلواتیں سناتے اب کبھی یہ خیال آتا ہے تو یہ سمجھتا ہوں کہ کسی گناہ کے طفیل سزا بھگتنی تھی سو بھگتی۔

دوسری بات جس نے میری طبیعت پر بہت اثر کیا وہ گرجے میں التزام مساوات کا فقدان ہے۔ یوں تو یہ مذہب و ملت کے فدائی ہر خطۂ ملک میں مساوات کا ڈھونگ رچاتے ہیں مگر گرجا میں بھی جہاں سب لوگ ایک برتر و بالا ہستی کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ رنگ و نسل اور امارت کی پاسداری کی جاتی ہے۔ جو ہم میں سے متمول ہوتے ان کی نماز گاہیں معبد سے قریب تر ہوتیں۔ اور جو شومئی قسمت سے غریب ہوتے وہ کہیں کونوں میں دبک رہتے۔ ایسے حالات میں مقصد عبادت تو مد نظر نہ ہوتا۔ ہاں کچھ تو نظر بازی میں مصروف رہتے۔ باقی دنیوی تخیلات کو پوجتے۔ اس کے بالمقابل اسلام نے مساوات کا جو بے مثل نمونہ قائم کیا ہے وہ اتنا دلکش اور پیارا ہے کہ بے اختیار قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔

تعلیمات کے ضمن میں محترمہ اُستانی صاحبہ بھی قابل ذکر معلوم ہوتی ہیں۔ وہ ہر اتوار کے اتوار ہمیں ابدی لعنت کے متعلق تعلیم دیتیں۔ شاید انھیں یہ لفظ بہت پیارا تھا۔ صبح و شام اُٹھتے بیٹھتے اسی کا ورد کرتیں۔ ہمیشہ اپنے مخصوص انداز میں بیان کرتیں کہ کسطرح ہمارے آباؤ اجداد آدم اور حوا نے سانپ کو اجازت دی کہ وہ انھیں گمراہ کرے۔ جس سے خداتعالیٰ کا غضب ان پر مستولی ہوا۔ اور ساری نسل انسانی ابدی لعنت میں گرفتار ہو گئی۔ پھر نہایت بے باکی سے اسکا علاج میں فرماتیں کہ خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا اسلئے قربان کر دیا تا وہ اس لعنت کو اُٹھائے۔ اور ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے مگر اس خدا کی بندی نے یہ کبھی نہیں بتایا کہ سابقہ ابدی لعنت سے یہ اکلوتا بیٹا کسطرح پاک ہوا۔ اور پھر اس نوخریدہ لعنت کے جوئے کو کسطرح اتارے گا۔ سب سے مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ وہی ہتھیار جس سے معاندین مسیح نے اسکو ذلیل و رسوا کیا۔ اسے ہی اب یہ نرالے محبان مسیح آنکھوں کی پتلی بنائے پھرتے ہیں کوئی اس عقل کی پوری قوم سے پوچھے کہ اگر دشمنی کا یہی خلعہ ہے تو جرمن کی توپوں اور مشین گنوں کے نمونے جیبوں میں رکھو کہ ان چیزوں نے بھی تمہارے اکثر عزیز و اقربا کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔

ہمیں یہ تعلیم بھی دیجاتی کہ عورت کی ذات ننگ انسانیت ہے یہی بدبخت انسان کی لغزش کا باعث ہوئی اور اس کو لعنت کا طوق پہنایا۔ مگر یہ کسی کو نہ سوجھتا کہ خدا کے اکلوتے بیٹے کی ماں بھی محض عورت تھی۔ جس پر خدا کا فضل ہوا۔

اُستانی صاحبہ جب مسیح کے حواریوں کا ذکر کرتیں تو یسوع کی لاچاری عجب انداز میں بیان کرتیں۔ یہودا نے تو خیر غداری کو انتہا تک پہنچا دیا۔ مگر باقی حواری بھی شاید اسی پانی سے تھے کہ وقت ضرورت اسطرح دم دبائی کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اور آقا صلیب پر چڑھ گیا۔ مگر ان کی بلا سے۔ یہ ہے یسوع مسیح کی قوت قدسیہ جس پر اتنا ناز ہے۔ جب دن رات ساتھ رہنے والوں پر یہ اثر ہے تو آج ان میں سو سال کے بعد ان کے حواریوں سے کب کسی خیر کی توقع ہو سکتی ہے۔ اس کے برعکس صحابہ کا یقین دیکھیں تو دنیا ہی اور ہے۔ نہ ان کو کوئی خوف ہے اور نہ ملال۔ سر فلک چٹان کی طرح ہیں ہزارہا حادثات گذر جاتیں مگر سطح پر نشان تک نہ پیدا ہو ان کو طرح طرح سے عذاب دیا گیا۔

آگ سی ریت پر چھینوں لٹایا جاتا - حتیٰ کہ جان نکل جاتی دو تیز اونٹوں سے باندھ کر نصف چیر دیا جاتا - مگر نہ چہرے پر ملال نہ دلوں میں دکھ - طبیعت فرحاں اور چہرے خوشی سے دمکتے - وہ ملائکہ نہ تھے - مرد تھے - صرف مرد، مگر رسول کریم کی صحبت تھی - جس نے انھیں پہاڑ سے بھی سخت بنا دیا - لاکھوں برکتیں ہوں - اس قدوس نبی پر اور آپ کے صحبت یافتہ سید الشہداء پر - آمین -

جب کبھی مشرقی اقوام کا ذکر آتا تو حقارت کے مارے ان معترضین کے ہونٹ پھیل جاتے - اور ان کو بے دین تنگ انسانیت اور وحشی جیسے خطابات سے نوازا جاتا - زحلوں کس بل ہوتے پر ان میں یہ خود فوقیت راسخ ہو چکا ہے - اور خاص طور پر مسلمانوں کو تو مجسم ہولناک تصور کرایا جاتا اور انھیں سفاک - خونی شہوت پرست جیسے ناموں سے یاد کرتے - مگر باوجود اس کے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسیح خود بھی باقی پیغمبروں کی طرح مشرقی تھا -

ہمیں یہ بھی بتایا جاتا کہ یسوع آوارہ لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا اور شراب بنانے کے فن میں حاذق تھا (لوقا ۵ - ۲۹) ایک تمثیل تو شراب کی رنگا رنگ قسموں کو بھی واضح کرتی ہے - اور یہاں تک لکھا ہے کہ کون سی شراب ذائقہ میں بہترین ہے - کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ یسوع خود بھی شرابی تھا - بلکہ شراب کہنا زیادہ موزوں ہوگا اور شراب کے نقصانات کسی پر مخفی نہیں ہیں - اس سے صاف ظاہر ہے کہ یسوع ہمارے لئے فائدہ مند کی بجائے نقصان دہ تعلیم لایا۔

واعظین اس امر پر بھی بڑا زور دیتے کہ الوہیت کے تین حصہ دار ہیں - باپ بیٹا - روح القدس - اس عجیبہ تر منطق کو میں نہیں سمجھ سکا - مگر مجھے یقین ہے کہ اگر موجد منطق ارسطو بھی آ جائے تو نافہمی کا اعتراف کرے - پچھلے دنوں ایک عیسائی پادری سٹین نے جو ان نے اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالی - انھوں نے دل نفس اور روح کو لے کر کہا کہ یہ گو الگ الگ وجود ہیں - مگر ان کا عمل یکرنگی سے ملو ہے - مگر اس سے کیسے تسلی ہو - دل اور نفس تو فانی ٹھیرے - اور روح غیر فانی - اس عقیدہ کی رو سے خدا کے دو حصہ ہوئے ایک فانی تو دوسرا غیر فانی جو حقیقت سے متناقض ہے

ذیل میں مجملاً عیسائیت کے اعتقادات کا ذکر کرتا ہوں جن سے سستم ظریفی ٹپک رہی ہے

(۱) آدم اور حوا کے مبارک وجودوں نے لعنت سے نسل انسان کو سرفراز کیا - (نعوذ باللہ)

(۲) یسوع مسیح اس لعنت سے آزادی دلانے کے لئے ایک اور لعنتیں مرے - (نعوذ باللہ)

(۳) خدا واحد نہیں بلکہ تین اقانیم سے مرکب ہے -

(۴) شراب حرام نہیں

(۵) طلاق سخت ممنوع ہے -

(۶) سؤر کا گوشت کھاؤ -

(۷) تعدادِ ازدواج گناہ عظیم ہے -

(۸) بقائے نسل کے لئے شادی کوئی احسن امر نہیں - (گو اعلان کرتے ہیں "تو زنا نہ کر") مگر درپردہ اسی کے جواز کی ترغیب ہے

(۹) رسم ختنہ اب بند ہو چکی -

(۱۰) یسوع مسیح دو ہزار سال سے آسمانوں میں زندہ بیٹھا ہے - اور آخری دنوں میں زمین پر اترے گا -

یہ سب خرافات ہمیں مجبوراً ماننا پڑتی تھی - حالانکہ یسوع مسیح نے متی ۵ - ۱۷ میں فرمایا تھا :-

"یہ مت خیال کرو کہ میں شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہوں - نہیں بلکہ میں تو اسے پورا کرنے آیا ہوں"

مگر مندرجہ بالا قوانین صریحاً حضرت موسیٰ کی حدود سے متجاوز ہیں - اب میں ان احکام کی تردید پر دلائل درج کرتا ہوں - تا معلوم ہو کہ عیسائی کتنے پانی میں ہیں -

(۱) خدا کے تمام رسول یقیناً معصوم اور محفوظ ہیں کیونکہ ان کے مقدس وجود سے خدا جلوہ گر ہوتا ہے - وہ اسی کی صفات کے مظہر کامل ہوتے ہیں - اور اگر شیطان کا ان پر اختیار ہو - تو نیکی اور بدی میں کوئی مابہ الامتیاز نہ رہے اگر نعوذ باللہ پیغمبر بھی معصیت کی لعنت میں مبتلا ہیں - تو ہر ایک گندے سے گندے انسان کا حق ہے کہ دعوے رسالت کرے -

(۲) یسوع کے نزدیک نجات کا راستہ ایمان اور نیک اعمال ہیں - نہ کہ اپنے خون کی قربانی (دیکھو متی ب ۲۱ آیت ۱۶ تا ۲۱ - ب ۱۲ - آیت ۳۲ - ۳۳ وغیرہ)

دوم جب یسوع حین حیات میں بھی گناہوں کی مغفرت پر مقتدر تھا - تو صلیب پر مر کس لیے - پھر ایک اور بات جو قابل غور ہے - وہ آپ کی دعا ہے - آپ کی گریہ وزاری ایک تو آپ کو الوہیت سے مبرا ٹھیراتی ہے - اور دوم صلیبی موت سے معصوم قرار دیتی ہے - کیونکہ عبرانیوں ب ۵ آیت ۷ میں لکھا ہے کہ وہ دعا قبول کی گئی -

(۳) عہد جدید اور عتیق خدا کی وحدانیت کا قائل ہے - اور شریعت کے حامل حضرت موسیٰ نے (جن کی تابع میں حضرت مسیح آئے تھے) کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ آئندہ زمانہ میں خدا کی بادشاہت تین حصوں میں تقسیم ہو جائے گی - خدا بغیر شرکاء کے انتظام سلطنت پر قادر ہے - تو یسوع کو کیوں اس کا شریک ٹھیرایا جائے - کیا اسلئے کہ ان کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے - اگر یہ معیار ہو تو پھر بائبل کے تمام پیغمبروں کو خدا ماننا پڑے گا -

(۴) منشیات ہمارے دل و دماغ کو روحانی ارتقا کیلئے ناقابل کر دیتی ہیں - اور صرف ان ہی خیالات کو نمو دیتی ہیں جو گناہ میں ممد ہیں - اسلئے بائبل نے اس کو ممنوع قرار دیا اس کے علاوہ شراب نے خاندانوں کے خاندان کو تباہ و برباد کر دیا اور قابل شخصیتوں کی روحانی و دماغی استعدادوں پر پانی پھیر دیا ہے - بلاشبہ اس سے عقلمند انسان مجتنب رہے گا -

(۵) سؤر انتہائی ذلیل جانور ہے - نجاست خور ہونے کے علاوہ غیر فطری شہوانی عادات رکھتا ہے - اس کا گوشت کھانے والوں میں بے حیائی پیدا ہوگی - یونانی اطباء نے اسکو بے شرم اور دیوث قرار دیا ہے - عربی اور ہندی میں اس کے نام ہی اس کی غلاظت پر اشارہ کر رہے ہیں -

(۶) طلاق توازن تمدن کے لئے نہایت ضروری ہے بعض دفعہ بیوی دیوانہ ہو جاتی ہے - یا وہ اخلاقی ضلالت سے نکلتی نہیں یا وہ اپنے خاوند کی درپردہ دشمن ہے - تو ان صورتوں میں طلاق کے بغیر چارہ نہیں اسیطرح اگر خاوند بیوی کو بے وجہ دکھ دیتا ہے - یا حقوق ادا نہیں کرتا - تو طلاق ہی ان تکالیف سے نجات دے سکتی ہے - پھر اگر کسی جوڑے میں ناموافقت تامہ ہے - اور وہ کسی طرح بھی اس فطری خلیج کو پر نہیں کر سکتے - تو اس کا واحد علاج طلاق ہی ہے -

(۷) تعداد ازدواج نسل انسانی کے لئے ایک رحمت ہے ازدواجی تعلقات کا مقصد بقائے نسل ہے - اگر بیوی عقیمہ ہو تو کیا علاج کرے - اور اگر کسی لاعلاج مرض میں مبتلا ہو جائے تو کیا وہ شادی نہ کرے - جبکہ عورتوں کی بہتات ہوتی ہے - جیسے آجکل یورپ میں بھی ہے - اگر تعداد ازدواج کو رواج نہ دیا جائے تو زنا اور ناجائز تعلقات پیدا ہونے ضروری ہیں

چنانچہ یورپ اس میں صاحب تجربہ ہے - اور اب تو عقل آ گئی ہے کہ طلاق لعنت نہیں بلکہ رحمت ہے .....

(۸) اگر دنیا یسوع مسیح کے نمونہ پر مجرد رہے تو نسل انسان منقطع ہو جائے - اور اس طرح خدا تعالیٰ کا ازلی قانون باطل ہو - اور انسان سرکشی کا ارتکاب کرے - یہ کھلی بات ہے - کہ شادی گناہ کو دور رکھتی ہے - اور قوموں کی بنیادیں مضبوط کرتی ہے - اس کے خلاف قانون بنانا دنیا کے مفاد کے خلاف ہے۔

(۹) یہ راز سربستہ منکشف نہیں ہوا کہ ختنہ کی رسم کس کے حکم سے ممنوع قرار دی گئی - تمام گذشتہ انبیاء نے ختنہ کرایا اور یسوع مسیح بھی مختون ہی تھے - اصل حقیقت یہ ہے کہ عیسائی قوم یسوع مسیح کے اعمال کی اور نہ اقوال کی تقلید کرتی ہے -

(۱۰) ایسی کہانیاں الف لیلہ میں بہت ہیں - اور یہ بھی وہاں نہایت خوبصورت معلوم ہوگی - کیونکہ بائبل تو مسیح کو صلیب سے زندہ اتارتی ہے - روح کبھی قوت لایموت کی محتاج نہیں ہوتی - مگر اس نے پیٹ بھر کر مچھلی کھائی - تاریخ یہی کہتی ہے کہ وہ یہودیوں سے بچکر کشمیر آ گئے - اور یہیں مدفون ہیں -

اب میں ان عقائد سے تو بیزار تھا - مگر مجھے ابھی کوئی راہ مفر نظر نہیں آتا تھا - مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا - کہ میں جاہلیت کی موت مروں - اس لئے اس نے میری ہدایت کے لئے خود سامان پیدا کر دیئے

۱۹۱۵ء میں مجھے فوجی مہمات کے سلسلہ میں میسوپوٹیمیا جانا پڑا - اس جگہ میں نے ۱۶ سال قیام کیا - اور اس عرصہ میں مذاہب کا مطالعہ کرتا رہا، آخر ۱۹۲۰ء میں میں نے اسلام قبول کر لیا - مگر ابھی پانچ سال مجھے اور تحقیق کرنا تھی - کیونکہ گرد و پیش کے مولوی کچھ عجیب سا اسلام پیش کرتے تھے - کوئی کہتا تھا کہ زمین مستطیل ہے اور ایک فربہ بیل اسکو تھامے ہوئے ہے جو خود ایک بڑی مچھلی کی پیٹھ پر کھڑا ہے اور اس مچھلی کی مختلف حرکات کے سبب زلازل آتے ہیں - کئی ان میں سے حیات مسیح کے قائل تھے اور بعض استجابت دعا کے لئے مردہ ولیوں کی سفارش ضروری سمجھتے - اس سے بھی عجیب تر یہ کہ ان کی عورتیں مردہ ولیوں کی قبروں پر جاتیں اور کنکر یا عضا کر پیٹ سے رگڑتیں تا حمل ٹھیر جائے - اسیطرح کئی اور بے ہودہ عقائد تھے جن سے میں بیزار تھا - آخر میری دعا رائیگاں نہ گئی - اور عراق میں ۱۹۲۵ء میں چند مسلمانوں نے مجھے احمدیت کا پتہ دیا - تب میرا دل صاف ہو گیا - اور میں حقیقی معنوں میں مسلمان ہوا -

کاش غیر احمدی بھائی اس امر میں تدبر کریں اور اس نعمت سے مستفیض ہوں - (آمین)

درخواست ہائے دعا

۱ - منشی کلیم الرحمٰن صاحب کی اہلیہ (صاحبزادی حضرت منشی مظفر احمد صاحب کپور تھلوی) سخت بیمار ہیں - اختلاج قلب کے دورے پڑتے ہیں - احباب انکی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

۲ - عبد الباسط صاحب شاہجہان پوری کی اہلیہ سخت بیمار ہیں احباب ان صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں -

۳ - محمد طاہر صاحب بریلوی کے صاحبزادے محمد راشد سلمہ بھی سخت بیمار ہے احباب اس کی صحت کے لئے بھی دعا فرمائیں

بابرکت بارہویں اک سے ہزار ہوویں

دعا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہ خبر بہایت مسرت سے سُنی جائیگی کہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے مشکوئے معلی میں دختر بلند اختر کی ولادت ہوئی اور اسطرح خاندان نبوت میں اس بچی کی ولادت سے ایک مرتبہ پھر مندرجہ بالا دعا کی قبولیت کا نشان ظاہر ہوا۔ اس تقریب پر تمام جماعت قادیان نے خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ سلسلہ کے دفاتر اور تمام محکمہ جات میں تعطیل منائی گئی دفتر الحکم نے بھی اس تقریب سعید میں اپنے دفتر کو تعطیل دے کر حصہ لیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولودہ مسعودہ کو مرضی صفات سے متصف کرے اور والدین اور تمام مقدس خاندان کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین۔

الحکم اس تقریب سعید پر اپنی طرف سے اور تمام خریداران الحکم کی طرف سے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے حضور مبارکباد پیش کرتا ہے۔

(محمود احمد عرفانی)

کلام الامام امام الکلام

قطعہ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ کلام

پڑھ چکے احرار بس اپنی کتاب زندگی — ہوگیا پھٹ کر ہوا ان کا حباب زندگی

لوٹنے نکلے تھے وہ امن و سکون بیکساں — خود انہی کے لٹ گئے حسن و شباب زندگی

دیکھ لینا ان کی امیدیں بنیں گی حسرتیں — اک پریشاں خواب نکلیگا یہ خواب زندگی

فتنہ و افساد و سبّ و شتم و ہزل و ابتذال — اس جماعت کا یہ ہے کُل لباب زندگی

پڑ رہی ہیں انگلیاں ارباب حل و عقد کی (بعض حکام)
بج رہا ہے اس طرح ان کا رباب زندگی!

کیا خبر ان کو ہے کیا جام شہادت کا مزا — دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں جو سراب زندگی

ہے حیاتِ شمع کا سب ماحصل سوز و گداز — اک دل پر خوں ہے میرا کتاب زندگی

دلبرا الزام تو دیتے ہیں چھپنے کا تجھے — اوڑھے بیٹھے ہیں مگر ہم خود نقاب زندگی

دست عزرائیل میں مخفی ہے سب راز حیات — موت کے پیالوں میں بٹتی ہے شراب زندگی

غفلت خواب حیات عارضی کو دور کر
ہے تجھے گر خواہش تعبیر خواب زندگی

سالانہ جلسہ پر الحکم کا خاص نمبر شائع ہو گا!

اس سال خدا تعالیٰ کے رحم اور فضل کے ساتھ میں امید کرتا ہوں کہ جلسہ سالانہ پر الحکم کا خاص نمبر شائع کر سکوں گا۔ یہ خاص نمبر الحکم ہی کا خاص نمبر نہیں ہو گا۔ بلکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صحافت میں ہر ایک لحاظ سے خاص نمبر ہو گا۔ مضامین کے لحاظ سے ابھی اس کی تفصیل نہیں دیجا سکتی۔ تاہم خلاصۃً کہا جا سکتا ہے کہ

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض گرامی ناموں کے فوٹوز شائع کئے جائینگے۔ (۲) سلسلہ کی تاریخ کے بعض نادر اوراق ہونگے۔ (۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور سوانح حیات کے بالکل غیر مطبوعہ اور نایاب اوراق شائع کئے جائینگے۔ (۴) بزرگان سلسلہ کے نادر اور اچھوتے مضامین (۵) بلند پایہ شعراء سلسلہ کا تازہ کلام (۶) نور الدین اعظم رضؓ۔ مولانا عبدالکریم رضؓ اور شہدائے احمدیت کی سیرتوں کے بعض لطیف الباب (۷) بعض ضروری فوٹوز۔

اس کے علاوہ بہت سی اہم معلومات کا خزانہ بھی جمع کر دیا جائے گا۔ یہ نمبر سو صفحات کا مجموعہ ہو گا جس کی لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ کا بھی خاص خیال رکھا جائے گا۔

چونکہ یہ نمبر الحکم کے خاص نمبروں سے بالکل جداگانہ چیز ہو گا۔ اسلئے ہر وہ دوست جو خاص نمبر خریدنا چاہیں۔ ایک کارڈ لکھ کر اپنا نام ابھی سے نوٹ کرا دیں۔ چونکہ اس نمبر کی طباعت و اشاعت پر سیکڑوں روپیہ صرف آئے گا۔ اسلئے ضرورت سے زائد نمبر شائع نہیں کیئے جائینگے۔ یاد رہے کہ خاص نمبر کا کام ابھی سے شروع کر دیا گیا ہے باوجود ان خوبیوں کے خاص نمبر کی قیمت ایک روپیہ ہو گی

تمام درخواستیں بنام

ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان آنی چاہئیں

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع دار البرکات قادیان سے شائع ہوا۔)